سرائیکی صوفی شعرا کا اُردو کلام ــــــ اُردو کی لسانی و ادبی تشکیل: ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر سید صفدر حسین بخاری*

اجمل مہار**

Abstract:

similarities between Urdu and Siraiki like Hafiz Mehmood Sheerani, Mohey-o-Din Qadri Zor, Mehr Abdul Haq and Orientlists especially Dr. Schakle. This article discovers an other aspect of this area. It discusses the poets who were Siraiki and contributed much in their first / mother language but created poetry in Urdu too. They have a hybrid taste comprising Urdu and Siraiki.

وادیٔ سندھ بشمول خطۂ ملتان ہزاروں برسوں سے مختلف تہذیبوں کے آغاز اور ارتقا کا مرکز سمجھا جاتا ہے وہاں مختلف زبانوں کا مولد بھی تصور کیا جاتا ہے۔ اُردو اِس خطے میں پیدا ہوئی اور پھر دکن اور دہلی جا کر پروان چڑھی۔

> ''ملتان ہزاروں برس سے وادیٔ سندھ کی آغوش میں واقع ایک ایسے وسیع و عریض خطے کا مرکز و محور چلا آ رہا ہے جسے برصغیر کے تہذیبی ارتقاء کا نقطۂ آغاز کہا جا سکتا ہے اور آج کی مختلف زبانوں کا مولد اور معدن بھی۔۔۔ اُردو زبان کی تکون اور پیدائش

* شعبہ سرائیکی، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

** شعبہ سرائیکی، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

دریائے سندھ کے طاس میں ہوئی اور کس طرح یہ زبان دوسری سماجی پیداوار(Social Product) کی طرف سفر کرتے کرتے گنگا جمنا کے دوآبے اور سطح مرتفع دکن جا کر جوان ہوئی اور وہیں درجہ بدرجہ ترقی کرتے ہوئے نقطہ کمال تک پہنچی۔"(۱)

سرائیکی وسیب میں اُردو زبان کی لسانی تشکیل کا عمل وادیٔ سندھ میں عربوں کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہوگیا تھا بلکہ جس وقت مسلمانوں نے سندھ اور ملتان کو فتح کیا اور پہلی مسلم حکومت کی بنیاد رکھی گئی اُس دور میں مسلمان، علماء، صوفیا اور بزرگانِ دین مذہب اِسلام کی خاطر عرب اور ایران سے چل کر وادیٔ سندھ کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے انہوں نے دینی درسگاہیں اور علمی مکتب تعمیر کرائے۔ دین اور فقہی مسائل سے متعلق کتب اور رسائل تحریر کیے تاکہ مقامی باشندوں کو جن کی تعداد زیادہ تر ہندو آبادی پر مشتمل تھی دینِ اسلام کی طرف راغب کرنا تھا اِس لیے اُن کا برتاؤ مقامی لوگوں کے ساتھ نہایت قریبی تھا وہ اُن سے اُن کی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرتے اُن سے گھل مل جاتے اور اُن کو اخوت ومساوات اور بھائی چارے کا درس دیتے۔ اِن علماء نے اِسلام کی ترویج وتبلیغ کے لیے جو ابلاغی ذریعہ اپنایا وہ مقامی اور عربی زبانوں کا لسانی اشتراک تھا۔ جس کی بدولت سرائیکی وسیب میں ایک نئی زبان تشکیل کے عمل سے گزر رہی تھی۔ اِس سلسلے میں ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں:

"صوفیاء کرام کی ہندوستان آمد سے پہلے مسلمان نہ صرف اپنی تہذیب ومعاشرت اور زبان وادب کے اثرات مقامی باشندوں پر مرتب کر رہے تھے بلکہ سیاحوں اور مؤرخین کے بیان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خود مسلمان بھی ہندو رسم ورواج اور زبان سے متاثر ہو رہے تھے اِس طرح نہ صرف مخلوط زبان کی بنیاد پڑ رہی تھی بلکہ ایک مشترکہ تہذیب بھی وجود میں آ رہی تھی۔"(۲)

مسلمانوں اور مقامی آبادی کے درمیان اظہار وابلاغ کے لیے مشترکہ زبان کی ضرورت محسوس ہوئی تو اِس ضرورت کے تحت ایک نئی زبان کی تشکیل سامنے آئی چونکہ مسلمانوں کی پہلی آمد سندھ اور ملتان کے علاقوں میں تھی اِس لیے نئی زبان اُردو کا مولد یہی علاقہ تھا۔ سیّد سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"مسلمان سب سے پہلے سندھ میں پہنچے اِس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ جس زبان کو ہم آج اُردو کہتے ہیں اُس کا ہیولیٰ اِسی وادیٔ سندھ میں تیار ہوا۔"(۳)

ملتان کی ہر دور میں اپنی الگ پہچان رہی ہے ابتداء ہی سے ملتان مملکت سندھ کا دارالحکومت رہا ہے۔ سلطنت کا مرکز ہونے کی وجہ سے معاشرتی، معاشی، اقتصادی انتظامی اور عسکری امور میں جو دفتری خط وکتابت ہوتی

تھی اُس کے لیے صوبہ ملتان اور اُس کے مضافات میں ملتانی جبکہ سندھ میں ملتانی اور سندھی زبان استعمال ہوتی تھی۔ جس وقت یہاں مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اُس وقت دفتری زبان عربی اور فارسی کے طور پر سامنے آئی۔ اِس طرح صوبہ ملتان میں عربی، فارسی، ہندی، ملتانی اور یہاں کی قدیم دیسی زبانوں کے اختلاط سے ایک نئی زبان کی تشکیل کا عمل رد نہیں کیا جاسکتا۔

وادیٔ سندھ میں صوفیاء کرام اور اہلِ سادات کے ذریعے سے جس قدر اسلام کی اشاعت ہوئی اور اِس کے ساتھ ساتھ زبان کی تشکیل وترویج کا عمل شروع ہوا وہ اُمراء اور حکمرانوں سے نہ ہوسکا۔ وادیٔ سندھ کے صوفیاء کرام اور اسلامی اشعار کے پابند ساداتِ عظام نے اسلام کی تبلیغ کے لیے کسی جبر سے کام نہیں لیا بلکہ وہ مقامی ہندو آبادی سے گھل مل گئے اور اُنھیں پیغامِ حق پہنچایا۔ انہی صوفیاء کرام اور سادات نے مساجد بنوائیں، درسگاہیں اور عبادت گاہیں قائم کیں، ملتان اور اُوچ اولیائے کرام اور صوفیاء کے گڑھ تھے۔ برصغیر میں اُوچ اور ملتان میں جب علمی وادبی ادارے قائم ہوئے جہاں پر مقامی اور عربی، فارسی اشتراک سے مذہبی اور اخلاقی تعلیم دی جاتی تھی جس سے مختلف زبانوں کا لسانی اشتراک سامنے آیا جو ایک نئی زبان اُردو کی تشکیل کا عمل تھا۔

ملتان اور اُوچ برصغیر پاک و ہند میں علم وعرفان کا مرکز رہے۔ اہل صوف کی نظر اُوچ اور ملتان کی روحانیت پر رہی ہے۔ اس حوالے سے غلام احمد بدوی لکھتے ہیں۔

> ''برصغیر میں قادری سلسلہ کا آغاز حضرت سید محمد غوث (م۔۱۵۱۷ء) کے اُوچ شریف میں ورود سے ہوا۔ ابن العربی (م۔۱۲۴۰ء) چونکہ اسی سلسلہ کے روحانی پیشوا تھے اس لیے اس میں وحدت الوجود کا نظریہ رواج پاچکا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر سندھ میں بھی یہ نظریہ پھیلا جو اہل تصوف نے عام طور پر اختیار کرلیا تھا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ اور عبدالوہاب سچلؒ اس لیے جامِ وحدت سے سرشار نظر آتے ہیں۔ سچل سرمستؒ حضرت بلھے شاہ سے بھی متاثر ہوئے اور بلھے شاہ جہاں اصل اعتبار سے اُوچ گیلانیاں سے تعلق رکھتے تھے وہاں قادری بزرگ بھی تھے''(۴)

ابواللیث صدیقی اِس سلسلے میں رقمطراز ہیں:

> ''اُردو کو جوان ہونے اور پروان چڑھنے کے لیے صوفیوں کی خانقاہیں مبلغین کی مجلسیں اور اللہ والوں کی محفلیں تلاش کرنا پڑیں۔ اِن کے بھی دربار تھے مگر شاہی دربار نہ تھے یہ عوام کے لیے کھلتے تھے۔ یہاں شرافت کی زبان ثقافت کی زبان اور تہذیب کی زبان کا سکہ نہیں چلتا تھا یہاں عوام کے دِلوں میں اُترنے کے لیے عوام کی بولی کا رواج تھا چنانچہ اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں سب سے زیادہ صوفیاء کرام ہی نے کام

کیا۔''(۵)

علامہ عتیق فکری اُردو زبان کو صوفیاء کرام کی مرہونِ منت قرار دیتے ہیں:

''۔۔۔۔ کیونکہ خود اُردو کی بنیاد ہی سرائیکی (ملتانی) پر مبنی تھی کیونکہ جب ہمارے تمام لسانی محققین کو اِس بات کا اقرار ہے کہ صوفیاء کرام کے ہاتھوں ہی اُردو کی بنیاد پڑی اور اُن کے کلمات اور اشعار بطورِ سند پیش کرتے ہیں تو پھر اِنکار کی گنجائش ہی کہاں رہ جاتی ہے؟ اور یہ تمام صوفیائے کرام ایک لحاظ سے علاقہ ملتان کے رہنے والے تھے اکثر نے تو تعلیم ہی ملتان سے لی تھی۔۔۔۔ اِن تمام شواہد کی بنیاد پر اُردو کی بنیاد جغرافیہ نقطہ نظر سے ملتان ہی میں پڑی اور گجرات میں اِس کو نشو و نما حاصل ہوئی۔ دکن میں اِس کی صوتی تشکیل ہوئی اور با قاعدہ ارتقاء حاصل کیا اور لکھنو میں یہ بالغ ہوئی۔''(۶)

پہلی صدی ہجری میں جب علمائے دین، صوفیائے کرام نے وادیٔ سندھ کا رُخ کیا اور سادات اور علویوں نے بنی اُمیہ اور بنو عباس سے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ملتان و سندھ کی طرف ہجرت کی تو یہاں مقامی آبادی کے ساتھ اُن کے سماجی اور لسانی روابط قائم ہوئے آہستہ آہستہ اِن حضرات نے علاقائی زبان سیکھنا شروع کی اور مقامی بولی میں بات چیت کرنے لگے اور اپنے نظریات کی ترویج و تبلیغ کے لیے مقامی زبانوں میں تخلیقی اظہار بھی شروع کیا۔ عین الحق فرید کوٹی اِس حوالے سے لکھتے ہیں:

''ملتان کے لوگوں نے پہلی صدی ہجری میں مقامی (ملتانی/سرائیکی) زبان میں ابتدائی حسینی منقبت تخلیق کی۔''(۷)

وادیٔ سندھ میں اسماعیلیوں کا پہلا مرکز اُوچ ملتان اور منصورہ تھا اور سب سے پہلے جلم بن شیبان نے ۳۷۲ ہجری میں ملتان میں اسماعیلی حکومت قائم کی۔ وادیٔ سندھ کی آٹھ ریاستوں میں اسماعیلیوں کا سب سے زیادہ زور ملتان میں تھا۔ ملتانی آبادی کی اکثریت اسماعیلی شیعہ کی تھی۔ بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں اسماعیلی پیروں کا اُردو کلام ہے جو اُردو زبان کی ابتدائی تشکیل و ارتقاء کے نمائندہ نمونے ہیں۔ ان اسماعیلی پیروں میں سید نور الدین، سید شمس الدین، سید صدر الدین اور سید حسن کبیر الدین نے سرائیکی (ملتانی) اور اُردو میں گنان لکھے۔

سید نور الدین (۱۱۴۰ء-۱۲۶۴ء):

سیّد نور الدین کا اصل نام سید صلاح الدین محمد نور بخش تھا۔ ۱۱۶۶ء میں سبزوار سے آپ کی سندھ اور ملتان آمد کا پتہ چلتا ہے۔ اسماعیلی عقائد کے پرچار کے لیے آپ کے مذہبی گنان اُردو کی ابتدائی صورت کا حوالہ بنتے ہیں۔

سید نورالدین کے گنان کی زبان کو نہ سندھی کہا جا سکتا ہے نہ گجراتی اور نہ ہی مکمل ملتانی۔ بلکہ یہ گنان ملتان، سندھ، گجرات، اُوچ، کاٹھیاواڑ کسی ایک جگہ بھی نہیں بولی جانے والی مکمل زبان سے متعلق ہیں۔ یہ گنان اُردو زبان کے اِس تدریجی ارتقاء کا نتیجہ ہیں جو بارھویں صدی عیسوی سے پندرھویں صدی عیسوی تک اس خطے میں جاری رہا۔

کلمہ کہو رے مومنو تھے مت جاؤ رے بھول
راہ علی نبی جی کی ساچ ہے اے ہووگے سدا قبول
اے جی آلِ نبیوں تم کوں بھجیا اِس دُنیا کے بیچ
نمازِ بندگی کلمہ ہے اے ہے نعمت سیچ (پیر سید صدر الدین)(۸)

سب سے پہلے سیّد نورالدین نے اسلام کی تبلیغ اور اپنے نظریات کی ترویج کے لیے مقامی زبان میں اِن گنان کو منظوم کیا۔ جو اِس خطے میں اُردو زبان کی تشکیل کا پہلا تجربہ ہے۔

سید شمس الدین (۱۱۶۵ء۔۱۲۷۶ء):

سید شمس الدین المعروف شاہ شمس سبزواریؒ ملتانی اسماعیلی عقائد کی تبلیغ کے لیے ملتان تشریف لائے، آپ نے اسماعیلی/قرامطہ فرقے کے نظریات کی ترویج کے لیے گنان کہے۔ پیر شمس الدین کے اِن گنان میں عربی، فارسی، ہندی، برج اور سرائیکی (ملتانی) زبان کے الفاظ صاف پہچانے جا سکتے ہیں۔

یہ ملتان میں اُردو کی ابتدائی لسانی تشکیل کے واضح حوالے ہیں۔ ڈاکٹر روبینہ ترین شاہ شمس سبزواری کی کتاب میں لکھتی ہیں:

> ''شاہ شمس سبزواری کے گنان پر مشتمل چاروں جلدوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اُردو کے مراکز کا ذکر کرتے ہوئے ماہرین لسانیات جن علاقوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں سندھ، ملتان اور اُوچ کا علاقہ بھی شامل ہے۔''(۹)

اے جی سچا میرا خالق سرجن ہار
آپے اُپایا شاہ دھندھو کار
اے جی نبی محمدؐ خدا کا پیارا
نبی محمدؐ کو آیا پکارا
اے جی عین پکارے کو ایوں فرمایا
چین مانی دا بھوت سدھایا

(پیر سید شاہ شمس الدین سبزواری)(۱۰)

سید صدرالدین (۱۲۵۲ء-۱۳۲۸ء):

پیرو سید صدرالدین شاہ شمس سبزواری ملتانی کے پڑپوتے تھے۔آپ ۱۲۶۶ء میں ملتان آئے۔ان کا مزار ترنڈہ ضلع رحیم یار خان میں ہے۔

ایجی اُتھی اللہ نہ گھریں بندہ
توں سئیں سچی رات
نکا چوری جیو جی بانا
نکو ثمر ساتھ

(پیر سید صدرالدین)(۱۱)

سید حسن کبیرالدین (۱۲۹۲ء-۱۴۰۴ء):

سید حسن کبیرالدین سید صدرالدین کے بیٹے تھے۔آپ نے اسماعیلی عقائد کے تبلیغ کے لیے گنان لکھے۔

آشا جی! ہے گنہگار بندہ بھی تیرا
تمے چھو بخشنڑں ہار جی
سروے جیو تماری سریوائے لاگا
تمے چھو نَر اُوتار (پیر سید حسن کبیر دین)(۱۲)

سچل سرمست (۱۷۳۹ء-۱۸۴۷ء):

حضرت سچل سرمست ضلع خیر پور کی تحصیل گمبٹ کے گاؤں درازا میں پیدا ہوئے۔آپ کا اصل نام میاں عبدالوہاب تھا۔اُردو اور سرائیکی شاعری میں ''سچل'' اور فارسی میں ''آشکار'' تخلص کرتے تھے۔(۱۳)

سچل سرمست قادرالکلام صوفی شاعر تھے۔آپ کو متعدد اللسان اور پُر گو شاعر کہا جاتا ہے۔آپ نے سندھی اور سرائیکی میں کافی لکھی اور اُردو کو بھی اپنے متصوفانہ اظہار کا ذریعہ بنایا۔سچل سرمست آفاقی شاعر تھے۔آپ نے اپنے پیغام کو عام کرنے کے لیے اُردو زبان کو وسیلہ اظہار بنایا۔سچل سرمست کا اُردو کلام (۱۴) قاضی علی اکبر درازی نے ''انتخاب اُردو کلام سچل سرمست'' کے نام سے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا۔یہ سچل کی اُردو غزلیات پر مشتمل تھا۔ ڈاکٹر وفا راشدی لکھتے ہیں کہ:

''ان کا یہ اردو کلام کہیں میر تقی میر اور کہیں خواجہ میر درد کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔''(۱۵)

ڈاکٹر میمن عبدالمجید رقم طراز ہیں:

''سندھ کی قدیم اردو شاعری پر ہندی کا اثر غالب ہے۔ ہندی، سندھی اور سرائیکی کے الفاظ بھی بہت سے اردو شعراء کے کلام میں ملتے ہیں''(۱۶)

گلشن ہے تو پیارے بلبل ہے دل ہمارا
رنگ بانس دونوں تجھ میں پھل ہے پھلیا ہوا
(قلی قطب شاہ)(۱۷)

بلبل نے یہ بتایا اے عشق سے بے بہرہ
اس باغ میں نہیں ہے میرے لیے نگاراں
(سچل سرمست)(۱۸)

سچل سرمست، سکول آف ٹھاٹ:

سچل سرمست، بلھے شاہ، قادری اُچوی کی وحدت پرستی سے بے حد متاثر ہوئے۔ ''جب حضرت سید محمد غوث (م۔۱۵۱۷ء) میں برصغیر تشریف فرما ہوئے اور اُوچ شریف میں سکونت اختیار کی تو سلسلہ قادریہ کا آغاز ہوا۔ (ابن العربی، م۔۱۲۴۰ء) اس سلسلے کے بزرگ تھے جنہوں نے فلسفہ وحدت الوجود پیش کیا۔ جب یہ نظریہ سندھ میں عام ہوا تو شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست اس نظریے کے بہت بڑے مبلغ ہوئے۔ سچل سرمست بابا بلھے شاہ سے بھی متاثر ہوئے جو اُوچ شریف سے تعلق رکھنے والے قادر بزرگ تھے۔''(۱۹)

سچل سرمست نے جس دور میں شاعری کی اس دور میں بہت سے نامور صوفی شاعر اُبھرے جس کا تعلق سچل سرمست مکتب فکر سے تھا۔ ان میں روحل فقیر، قادر بخش بیدل، حمل خاں لغاری شامل ہیں۔ ان صوفی شعرا نے سندھی، سرائیکی اور اردو زبان میں شاعری کی ہے۔

روحل فقیر (۱۱۳۲ء۔۱۱۹۴ء):

روحل فقیر ''پدماد جی بھٹ'' کے گاؤں میں پیدا ہوئے اور آپ اُردو شاعری میں ہندی الفاظ کا زیادہ تر استعمال کرتے تھے۔

ہوں میں سکل سکل سے نیارا　　　میں داس کبیر کہایا

کہت روحل ہم روحل ناہیں　　　　کبیر روپ ہمارا

(روحل فقیر)(۲۰)

یوسف نانک فقیر (۱۱۹۳ء۔۱۲۶۹ء):

یوسف نانک فقیر میں جھل مگسی میں پیدا ہوئے۔ یوسف نانک سچل سرمست کے خاص مریدوں میں سے تھے۔ آپ سرائیکی، سندھی اور اُردو زبان کے قادرالکلام شاعر تھے۔

میں حسن شہباز کے دروازے پر غلام ہوں

غیر پر حکم حاوی جنگ کا امام ہوں

(یوسف نانک)(۲۱)

حمل خان لغاری (۱۲۲۵ء۔۱۲۹۲ء):

حمل خان لغاری المعروف حمل فقیر میں خیر پور کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ صوفی منش انسان تھے۔ آپ سندھی، سرائیکی اور اُردو کے باکمال شاعر تھے۔

ہور حمل کی نہیں کچھ آرزو اس یار بن

اس کا ملنا مانگتے ہیں ہر صبح ہر شام دل

(حمل خان لغاری)(۲۲)

قادر بخش بیدل (۱۸۱۵ء۔۱۸۷۳ء):

قادر بخش المعروف بیدل فقیر روہڑی شہر میں پیدا ہوئے۔ قادر بخش بیدل کا اُردو کلام، ''دیوان بیدل'' اختر درگاہی نے مرتب کیا جسے بیدل یادگار کمیٹی روہڑی ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔ ذوق، ظفرؔ، غالبؔ، مومنؔ، داغؔ، حالی، اردو کے وہ اُستاد شعرا میں جو بیدل کے ہم عصر ہیں، لیکن بیدل سرائیکی میں سچل سرمست اور اردو شاعری میں ولی دکنی سے متاثر تھے، ولی دکنی کی شاعری کا اثر بیدل کے کلام پر نمایاں نظر آتا ہے۔

شغل بہتر ہے عشق بازی کا

کیا حقیقی وا کیا مجازی کا

(ولی دکنی)(۲۳)

میں ہوں مشہور عشق بازی میں

خاصہ درد و غم مجازی میں

(قادر بخش بیدل)(۲۴)

منشی غلام حسن شہید ملتانی (۱۷۸۷ء۔۱۸۴۸ء):

منشی غلام حسن شہید ملتانی دہلی دروازہ بیرون محلّہ آغا پورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنے عہد کے نامور صوفی ، عارف، شاعر، ادیب تھے۔ منشی غلام حسن ملتانی نے فارسی، اردو (ہندوستانی) اور سرائیکی (ملتانی) زبان میں شاعری کی۔ فارسی میں ''حسن'' اور سرائیکی میں '' گامن''، تخلص کرتے تھے۔ منشی غلام حسن شہید نے فارسی زبان کے ساتھ ساتھ اپنے عہد میں ہندوستانی (اردو) ملتانی (سرائیکی) زبانوں میں بھی اشعار کہے۔

منشی غلام حسن شہید کی ہندوستانی یا اردو شاعری اپنے جذبوں، تخیل، اسلوب اور معانی کے اعتبار سے بڑی سادگی کی حامل ہے۔ اس عہد میں اردو زبان ہندوستانی ریختہ یا ریختی بھی کہا جاتا تھا۔ منشی غلام حسن کا عہد اُردو زبان کی عہد پیش رفت کا دور ہے۔ دہلی اور لکھنؤ میں سودا، میر، ناسخ اور آتش کی شاعری کا ہر جگہ چرچا تھا۔ ملتان میں اس وقت کسی بڑے اردو شاعر کا ذکر نہیں ملتا۔ البتہ منشی غلام حسن کا اردو کلام (۲۵) بڑی تاریخ اور ادبی اہمیت کا حامل ہے۔ جو ملتان کو اردو کی جنم بھومی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ منشی غلام حسن کا خاندان کا تعلق راجستھان سے تھا۔ اس لیے ان کے ہاں ہندوستانی بولی کا رچاؤ اور راجستھانی انگ کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ (۲۶)

قدیم اردو ہندوستانی کی ایک غزل کا نمونہ؛

کچھ تجھے درد میرے دل کی خبر ہے کہ نہیں

آہ و صد آہ محبت کا اثر ہے کہ نہیں

(منشی غلام حسن گامنؔ ملتانی)(۲۷)

جو لے لیا دل کو میرے یارو تو اس نے لی رہ اپنے گھر کی

پڑا تڑپتا میں رہ گیا واں زباں پہ آہ لبوں پہ نالا

(نظیر اکبر آبادی)(۲۸)

خواجہ غلام فرید (۱۸۴۵ء۔۱۹۰۱ء):

خواجہ غلام فرید، فاروقی قریشی، (سلسلہ نصب حضرت عمر فاروقؓ) چاچڑاں شریف ضلع رحیم یار خان میں ولادت ہوئی۔ آپ کا مزار کوٹ مٹھن ضلع راجن پور میں ہے۔ خواجہ فرید کو عربی فارسی، اردو، ہندی، سندھی، پوربی اور سرائیکی زبانوں پر پوری طرح عبور حاصل تھا۔ سرائیکی زبان میں آپ کے مشہور و معروف دیوان کے علاوہ آپ کا

اردو دیوان **(۲۹)** بھی موجود ہے۔خواجہ غلام فرید کے اردو کلام کا زمانہ ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۱ء تک ہے۔یہ وہ دور ہے جس میں خواجہ غلام فرید اولیائے ہند کی زیارات کے لیے دہلی ،لکھنؤ ،اجمیر شریف ،حیدر آباد ،دکن جایا کرتے ہیں۔ خواجہ فرید ،ناسخ کی اُردو شاعری سے متاثر تھے۔ان کی شاعری میں یہ اثر نمایاں نظر آتا ہے۔خواجہ فرید داغ ،جلال اور امیر ،غالب کے ہمعصر رہے۔

اس ملک میں ہے کون کہ نظم اپنی کو سمجھے
ناسخ کو بھی درد کا نسخہ نہیں آتا
(غزل نمبر ۶)**(۳۰)**

سودا کہے جی دیکھئے غزل تیری اے فرید
سو رمز ہیں نہاں تیرے اِک اِک سخن کے بیچ
(کافی نمبر ۱۹)**(۳۱)**

نظم سنجی کا تیرا دیکھ کے اعجاز فرید
آفریں کے لیے دہلی سے ظفر آیا
(کافی نمبر ۵۴)**(۳۲)**

ہستی کے مت فریب میں آجاؤ اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے
(مرزا غالب)**(۳۳)**

ہستی ہے کہ وہ کہ ہست ہے اور ہست ساز
کیا اعتبار ہستی ناپائیدار کا
(خواجہ فرید)**(۳۴)**

خواجہ فرید سکول آف تھاٹ:

خواجہ غلام فرید قادر الکلام شاعر ہیں۔جن کی شاعری کے اثرات انیسویں صدی کے نصف آخر سے بیسویں صدی کے نصف آخر تک جاری رہے۔خواجہ فرید کی کافیوں پر شاہ عبداللطیف بھٹائی اور سچل سرمست کی شاعری پر بڑا گہرا اثر ہے۔خواجہ فرید اور ان کی شاعری نے پوری ایک صدی کو متاثر کیا۔آپ کے ہم عصر اور متاثر شعرا میں خواجہ عاقل جوگی ،دیوان ولایت شاہ ،محمد بخش نوروز ،مولانا احمد یار فریدی اور خواجہ محمد یار فریدی ہیں۔

خواجہ محمد یار فریدی (۱۸۸۳ء۔۱۹۴۷ء):

آپ گڑھی اختیار خان ضلع رحیم یار خان میں پیدا ہوئے۔ خواجہ احمد یار فریدی سرائیکی اور اُردو، فارسی کے بہت بڑے شاعر تھے، آپ بلبل تخلص کرتے تھے اور ''بلبل فرید'' کے نام سے مشہور تھے۔ خواجہ محمد یار فریدی کا کلام ''دیوان محمدی'' کے نام سے خواجہ غلام فرید مطب الدین زیدی نے مرتبہ کیا جو آستانہ گڑھی شریف رحیم یار خان سے، ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا ہے۔

''دیوان محمد'' تین حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں فارسی، دوسری حصے میں اُردو اور تیسرے میں سرائیکی کالم ہے۔ آپ کی اُردو شاعری میں الفاظ اور تراکیب سادہ اور برجستہ ہیں۔

انداز حسینوں کو سکھائے نہیں جاتے
جو اُمی لقب ہوں وہ پڑھائے نہیں جاتے
ہر اِک کا حصہ نہیں دیدار کسی کا
بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے
عاشق کا حصہ ہے امانت کا اُٹھانا
افلاک سے یہ بوجھ اُٹھائے نہیں جاتے

(خواجہ محمد یار فریدی)**(۳۵)**

اُردو زبان کی ابتداء اور ارتقاء کا عمل سندھ میں ہوا یا دہلی میں، ملتان میں ہوا یا پنجاب میں، دکن میں ہوا یا گجرات میں، ہمارا اِن تمام نظریات سے کوئی اختلاف نہیں بلکہ بیشتر ماہرینِ لسانیات اور مورخین زبان وادب کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ اُردو کی نشو ونما اور ارتقا کا عمل اُس وقت شروع ہوا جب مسلمان برصغیر پاک و ہند میں داخل ہوئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمانوں نے کون سا راستہ اختیار کیا تھا اور پہلی مسلم حکومت کہاں قائم ہوئی۔ عربی، فارسی اور ترکی زبان کے اثرات سب سے پہلے کس علاقے اور زبان پر پڑے۔ مسلم فاتحین کے قدم ابھی وادیِ گنگا میں نہیں پہنچے تھے کہ ۹۵ھ سے ۴۵۰ھ تک چار صدیوں پر مشتمل کسی ایک سرزمین پر مسلمانوں کے بہت سے گروہوں کا ہجرت کرکے آنا اور ایک خاص علاقے کو اپنا مسکن بنالینا۔ کئی سالوں تک عربی اور فارسی کا دفتری زبان کے طور پر رائج ہونا۔ ہجرت کرکے آنے والے مسلمانوں کا مقامی باشندوں پر تہذیبی، ثقافتی اور لسانی اثرات کا گہرے طور پر مرتب ہونا۔ اُردو کی ابتداء سے متعلق اِن تمام نظریات اور خیالات کا جواب فراہم کررہا ہے جس کی جستجو میں مورخین زبان و ادب اور ماہرینِ لسانیات نے اپنے اپنے نظریات اور خیالات پیش کیے ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ محمد بن قاسم کی آمد (۷۱۲ء) کے بعد اُردو زبان ''سندھ و ملتان'' میں پیدا ہو چکی تھی بلکہ خود سرائیکی (ملتانی) زبان مختلف لسانی اختلاط سے گزرتی رہی اور کئی صدیوں تک ایک نئی مخلوط زبان لسانی تشکیل کے عمل سے گزرتی ہوئی، عربی و فارسی اور سندھ اور ملتان کی مقامی زبانوں کا ملاپ لیے سندھ سے ملتان اور ملتان سے لاہور اور پھر لاہور سے دہلی پہنچی۔ اُردو جسے پاکستان کی زبان کہتے ہیں کا ہیولیٰ سندھ اور ملتان میں ہوا اور پھر پنجاب میں ہوتا ہوا دہلی اور اُس گردونواح سے ارتقا پذیر ہوا۔ اِس تمام بحث اور نظریات کو ڈاکٹر مہر عبدالحق کے ''سرائیکی (ملتانی) زبان کی حقیقت'' کے اِس نظریے پر ختم کرتے ہیں کہ

> ''دہلوی اُردو اور دکنی اُردو کا پنجابی کی نسبت سرائیکی (ملتانی) سے زیادہ قرب اور اشتراک، اُردو زبان کا سرائیکی (ملتانی) سے لسانی تعلق، کے نظریے کو قطعی طور پر ثابت کرتا ہے۔''(۳۶)

حواشی و حوالہ جات

۱۔ اختر شبیر حسن، ملتان اُردو کی جنم بھومی، ملتان: بزمِ ثقافت، ۲۰۰۵ء، ص۲۱

۲۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، ملتان میں لسانی تشکیلات کا عمل اور دوسرے مضامین، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۲۰۰۴، ص۳۹

۳۔ سلیمان ندوی، سیّد، نقوشِ سلیمانی، کراچی: در کلیم پریس، ۱۹۵۱ء، ص۳۱

۴۔ بدوی، غلام احمد، کلہوڑا خاندان کا زوال اور ٹالپوری حکومت کا آغاز، مشمولہ تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند تیرہویں جلد، علاقائی ادبیات مغربی پاکستان جلد اول، ص۵۴۰

۵۔ ابواللیث صدیقی، ادب و لسانیات، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء، ص۲۰۷

۶۔ عتیق فکری، علامہ، العتیق (جلد اوّل) بہاولپور، سرائیکی ادبی مجلس، بار دوم، ۱۹۹۷ء، ص۱۶۶

۷۔ فرید کوٹی، عین الحق، ذکر حسین پنجابی زبان میں، مشمولہ، ماہ نو، لاہور، جون ۱۹۸۲، ص۲۷

۸۔ انوار احمد، ڈاکٹر، عذرا بتول، خطہ ملتان میں اُردو زبان کی لسانی تشکیلات، مشمولہ، جرنل آف ریسرچ شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان، جلد۱۲، ۲۰۰۷ء، ص۲۰۸۔۲۰۹

۹۔ روبینہ ترین، ڈاکٹر، شاہ شمس سبزواری (حیات و آثار) ملتان: شعبہ سرائیکی ۲۰۰۷، ص۸۳

۱۰۔ ایضاً، ص۹۹

۱۱۔ اسماعیلی تعلیمات، گنان شریف، کراچی: شعبہ امامی اسماعیلیہ ایسوسی ایشین پاکستان، بار دوم، ۱۹۸۲ء، ص۶

۱۲۔ ایضاً، ص۱۲

۱۳۔ پریمی، موہن لعل، سچل سرمست اور ان کی اُردو شاعری، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۲۰۰۴ء، ص ۲۷

۱۴۔ اردو کلام: سچل سرمست کی کل پچاس اُردو غزلیات اس وقت تک دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ پچاس غزلیں مولانا محمد صادق رانی پوری نے اپنے مرتبہ رسالے ''سچل جو سرائیکی کلام'' مطبوعہ سندھ ادبی بورڈ ۱۹۵۹ء کے آخر میں ترتیب دے کر شامل کی ہیں۔ ولاوہ ازیں قاضی علی اکبر درازی نے انتخاب اُردو کلام سچل سرمست کے نام سے دسمبر ۱۹۷۲ء میں پچیس غزلیں منتخب کر کے شائع کیں ہیں۔ (پریمی، موہن لعل، سچل سرمست اور ان کی اُردو شاعری، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۲۰۰۴ء، ص ۴۷)

۱۵۔ وفا راشدی، ڈاکٹر، اُردو کی ترقی میں اولیاءِ سندھ کا حصّہ، لاہور، مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۹۶

۱۶۔ سندھی، میمن عبدالمجید، ڈاکٹر، لسانیات پاکستان، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان طبع اول، ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۱

۱۷۔ پریمی، موہن لعل، سچل سرمست اور ان کی اُردو شاعری، ص ۱۱۴

۱۸۔ ایضاً، ص ۱۱۵

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۲۰۔ ایضاً، ص ۹۸

۲۱۔ ایضاً، ص ۳۵

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۰۹

۲۳۔ اختر درگاہی، دیوان بیدل (اُردو کلام) روہڑی، بیدل یادگار کمیٹی، ۲۰۰۳ء، ص ۴۰

۲۴۔ ایضاً، ص ۴۰

۲۵۔ ڈاکٹر بشیر انور نے ''کلام گامن ملتانی'' کی ترتیب و تدوین قلمی نسخہ سے کی ہے جو منشی غلام حسن کے فارسی دیوان کے قلمی نسخہ کے آخر میں موجود ہے اور یہ قلمی انہیں نسخہ مخدوم اعجاز الحسن سکنہ ملتان سے دستیاب ہوا۔ اس قلمی نسخے کا عنوان ''غزلیات، متفرقات، زبان ہندوستانی، وزبان پنجابی وڈیرہ ہازبان ملتانی'' ہے۔ اس میں اردو غزلیات کے تعداد ۵، اُردو مرثیہ ۲، اور نعت ایک، اردو شاعری کی تعداد ۸ ہیں۔ (ابو ہری، بشیر انور، ملتانی، ڈاکٹر، کلام گامن ملتانی، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۶)

۲۶۔ ابو ہری، بشیر انور، ملتانی، ڈاکٹر، کلام گامن ملتانی، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۶، ص ۳۰، ۲۹

۲۷۔ ایضاً، ص ۶۲

۲۸۔ شوکت مغل اُردو میں سرائیکی زبان کے الٹ نقوش، ملتان سرائیکی مجلس ادب ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۵

۲۹۔ خواجہ فریدی دیوان فرید (اردو) کو صدیق طاہر نے ۱۹۷۲ء میں مرتب کیا، جسے اُردو اکیڈمی بہاولپور نے شائع کیا۔ یہ مکمل نسخہ مدرسہ اویسہ حامد آباد لیاقت پور ضلع رحیم یار خان سے شائع ہوا جسے پاکر الیکٹرک پریس ملتان نے ۱۹۵۰ء میں پہلی بار چھاپا۔ اس میں خواجہ فرید کی ۱۰۴ منظومات شامل ہیں۔ ''دوسری تدوین کلام اُردو'' جیسے وصفہ حسین نے مرتب کیا وراسے سرائیکی ادبی بورڈ ملتان نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ اس کتاب میں ۱۰۸ غزلیات شامل ہیں۔

۳۰۔ خواجہ غلام فرید، اُردو دیوان، مرتبہ، صدیق طاہر، بہاولپور، اُردو اکیڈمی، ۱۹۷۲ء، ص ۳۴
۳۱۔ ایضاً، ص ۵۰
۳۲۔ ایضاً، ص ۹۲
۳۳۔ واصفہ جبیں، تدوین کلام فرید اُردو، ملتان سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۹ء، ص ۳۶
۳۴۔ ایضاً، ص ۳۷
۳۵۔ فرید، خواجہ محمد یار، دیوان محمدی، مرتبہ، خواجہ قطب الدین فرید، گڑھی شریف، خان پور، ضلع رحیم یار خان، زیر اہتمام دربار فریدی، بار اول، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷۸
۳۶۔ عبدالحق مہر ڈاکٹر، ملتانی زبان اور اس کا اُردو سے تعلق، بہاولپور، اردو اکیڈمی، ۱۹۶۷ء، ص ۶۶۹